رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

جناب پیر اکبر علی صاحب ایم اے بی ٹی
شبیر فیروز پور

Ferozepore.

پیر شیخ زادہ
سرپرست ۔ عالم ۔ فاضل ۔ شیخ
ایم اے
ساکن قادیان
حال وارد شیخوپورہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ایڈیٹر: پیر اکبر علی

# بدر

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

**وصیت** ۴۸۰۴ء۔ میں سید وزارت حسین ولد سید ہدایت حسین صاحب مرحوم قوم سید پیشہ زمینداری عمر تقریباً پچیس سال تاریخ بیعت ۱۹۰۰ء ساکن موضع اورین ڈاکخانہ کجرہ ضلع مونگیر صوبہ بہار۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۷ ماہ اپریل ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے:۔ (الف) حقیت ملکیت چند توذیعات وجاگیرات مع اراضیات و بکاشت وخانہ ہائے سکونتی رعایان و حقیت جوت ہائے رعیتی باحق متقابضت قابل الانتقال موروثی و محصولہ وحقیت رہن باقبضہ تحریری وزبانی بابت حقیت ملکیت چند توذیعات واراضیات بکاشت وجوت رعیتی واقع موضع اورین وغیرہ چند موضعات دردن پرگنہ ہائے سنور جگدھا وسنگھول ضلع مونگیر ومکانات سکونتی زنانہ ومردانہ بشرکت ودیگر شرکایان واقع موضع اورین پرگنہ سوئج گڈھا ضلع مونگیر کہ بحالت موجودہ مالیت جائیداد ہائے مذکورین کی تخمیناً مبلغ ۱۰۰۰۰ عـ/ تیرہ ہزار ایک سو نوّے روپیہ معہ زر قرضہ رہن باقبضہ مذکور یا فتنی منمقر کے ہے (ب) اراضی لاخراج واراضی رعیتی قابل الانتقال محصولہ خاص واقعہ محلہ سعدی پور شہر مونگھیر متصل مسجد احمدیہ جو آج کل افتادہ ہے۔ کہ بحالت موجودہ مالیت اسکی تخمیناً مبلغ ۶۱۰ سماعہ روپیہ ہے۔ (ج) اراضیات جوت ورعیتی باحق مقابضت قابل انتقال واقع موضع کنگری پرگنہ پھرگیا ضلع مونگھیر بندوبست دوامی خاص منجانب راج مونگھیر باسم فرضی بابو بجے کمار مکرجی رسدی خاص منمقر نصف بشرکت منشی عزیز الدین صاحب ساکن موضع پیر الطیف پرگنہ پھرگیا ضلع مونگھیر کہ جسکی مالیت بحالت موجودہ تخمیناً مبلغ ۱۰۰۰ الف/ روپیہ (ایک ہزار دو سو روپیہ) ہے۔

حسب صراحت بالا جملہ مالیت منمقر کے جائیداد تخمیناً مبلغ ۱۵۰۰۰ عـ/ پندرہ ہزار روپیہ ہے۔ منمقر کے ذمہ پسران ودختران منمقر از بطن زوجہ اول منمقر بی بی خدیجۃ الکبریٰ عرف شمہ مرحومہ کا بابت دین مہر زوجہ موصوفہ مبلغ ۵۰۰ عـ/ لما للہ حسب سہام شرعی اور بی بی صابرہ زوجہ ثانی منمقر کا بابت دین مہر ان کے مبلغ ۳۰۰۰ عـ/ تین ہزار جملہ ۸۰۰۰ عـ/ لما للہ آٹھ ہزار روپیہ جس کا ادا کرنا منمقر کا ذمہ ہے۔ کہ بعوض دین مہرہائے واجب الادا مذکورین کے کچھ نقد ادا کروں۔ اور بقیہ زر واجب الادا کے عوض میں اسی قدر مالیت کی جائیداد اور منجملہ جائیدادہائے مذکورہ بالا کے بحق پسران ودختران منمقر مذکورین وزوجہ ثانی منمقر موصوفہ کے منتقل کردوں۔ اگر تادم مرگ ایسا نہیں کر سکوں۔ یا زر واجب الادا مذکورین جزو یا کل کسی اور صورت سے بھی ادا نہیں ہو سکے۔ تو جائیداد متروکہ منقولہ وغیر منقولہ سے منمقر کے زر واجب الادا مذکورین جزو یا کل جیسی حالت ہو۔ ادا کی جائے۔

سر دست میرا گذارہ صرف جائیدادہائے مذکورہ بالا پر ہے۔ اور اس وقت کوئی دیگر ذریعہ آمد ملازمت وغیرہ سے نہیں ہے۔ اگر آئندہ کوئی ذریعہ آمد بذریعہ ملازمت

(بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲ کالم ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# میری اہلیہ مرحومہ کی وفات پر تعزیت کے خط

## محترم خانصاحب کا خط

(۲)

مکرمی محترمی میر قاسم علی صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کی اہلیہ مرحومہ کی وفات آپ کے لئے، تو جس قدر باعث رنج وغم ہوئی ہے۔ وہ آپ ہی کا دل جانتا ہے۔ مگر میں بھی آپ کی محبت کے سبب سے گذشتہ ۳۲ سال سے مرحومہ کے ساتھ جو میری منہ بولی بہن تھی قرب کا رشتہ رکھتا تھا۔ ۱۹۰۴ء سے جبکہ آپ کا قیام دہلی میں تھا۔ اور میں میرٹھ میں تھا۔ مجھے آپ کے پاس دہلی آنے جانے کا اتفاق رہا۔ پھر میرے بھائی مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے کوچہ چیلاں میں ہمدرد کے لئے، مکان لیا۔ اور مجھے پریس کے قائم کرنے کے لئے، وہاں رہنا پڑا آپ کا مکان بھی قریب تھا۔ عزیزی مشتاق دو یا تین سال کا تھا۔ اسی زمانہ میں مسلسل ہفتوں قیام میرا آپ کے قریب رہا۔ مرحومہ کے حسنِ اخلاق اور مہمان نوازی کا گہرا نقش میرے دل پر ہوا۔ پھر جب ۱۹۱۸ء میں رام پور سے مستقلاً دارالامان میں آیا۔ تو آپ کے زیر سایہ مجھے مکان ملا۔ دس سال برابر دن رات آپ کے پڑوس میں رہا۔ اور محترمہ مثل حقیقی بہنوں کے میرے بچوں سے شفقت کرتی رہیں۔ ان کی شادی بیاہ میں اسی طرح شریک ہوئیں۔ جیسے سگی بہنیں ہوتی ہیں۔ مجھے اس لمبے عرصہ میں ان کی عادات ان کے خیالات۔ ان کی ہمدردیوں۔ ان کی رنجشوں اور ملالوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔ ان کو اگر کسی سے رنج ہوتا۔ تو محض اس لئے، کہ وہ کسی کام کے لئے، ان کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف کیوں گیا۔ انہیں اپنی محبت کے وثوق پر اس قدر اعتماد تھا۔ کہ دوسروں سے زیادہ میل جول پر ایک گونہ رقابت ان کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔ اور بس یہی سببِ ملال ہوتا تھا۔ جسکی تہ میں محبت کارفرما ہوتی تھی۔ اپنے کاروبار خانہ داری میں ان کا تہجد کے وقت اٹھنا اور پھر فارغ ہو کر دودھ دوہنا اور پانی وغیرہ کا اور سانی کا بھینسوں گایوں کے لئے، انتظام کھڑے ہو کر کرانا۔ مکان کی صفائی کرانا۔ اور سارے گھر کے لئے، ناشتہ تیار کرنا۔ اور لسی کے طلب گاروں کے لئے، صبح ہی لسی تقسیم کرنا یہ سب کام نماز فجر کے آخری وقت تک وہ ختم کر لیا کرتی تھیں۔ دودھ خود بلویا کرتی تھیں۔ ایسی منتظمہ اور ایسی ہمت مردانہ والی عورتیں دنیا میں کم نصیب ہوتی ہیں۔ میں نے مرثیہ میں مختصراً ان کے بابت اظہار غم کیا ہے۔ ورنہ ان کے حالات بہت طویل نظم کے متقاضی ہیں۔ وہ خوش نصیب تھیں۔ کہ آپ کے ہاتھوں مٹی لیکر آغوش تربت میں محو خواب راحت ہیں۔ ہمارے عقائد راسخ کے بموجب وہ جنت الفردوس میں جا پہنچیں۔ کیونکہ مقبرہ بہشتی میں ان کو جگہ مل گئی۔ جہاں بجز جنتیوں کے کسی کو ٹھکانا نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ لاکھ کسی کی وصیت ہو۔ مگر شرائط تقوےٰ نہ ہونے کے سبب سے وہاں تک میت پہنچ نہیں سکتی۔ (دعاگو ذوالفقار علیخاں)

---

## مرثیہ

از جناب خان ذوالفقار علیخاں صاحب گوہر

سن لیا تو نے کسی سے گوہر ناشاد کیا
تجھ پہ یہ عالم غم واندوہ کا کیوں چھا گیا

کیوں ترے ہونٹوں پہ خشکی۔ کیوں تری آنکھیں ہیں نم
کیوں ہے منہ اترا ہوا کیوں سانس ناہموار سا
جنبشِ لب سے عیاں ہے صبر وغم کی کشمکش
ضبطِ غم سے نالہ ہائے غم ہیں کیوں زور آزما
لرزہ بر اندام کیوں ہے۔ آہ آتش بار نے
سینۂ سوزاں میں تیری سر اٹھا رکھا ہے کیا
کچھ نہ پوچھو ہم نشینو میرے گریہ کا سبب
کیا بتاؤں تم کو میں کس رنج میں ہوں مبتلا
میری منہ بولی بہن بیمار رہ کر ایک سال
چھوڑ کر گھر بار اپنا ہو گئی سب سے جدا
میر قاسم صاحبِ فاروق کی بی بی تھیں وہ
داغِ فرقت اس ضعیف العمر شوہر کو دیا
موت سے یوں تو کسی کو بھی نہیں کوئی مفر
لیکن اسکی موت نے گھر کو تہ و بالا کیا
انتظام خانہ داری میں تھیں بے مثل ونظیر
کیا کہوں کس درجہ تھی مہماں نواز و باوفا
اسکی ہمدردی کی وسعت کا زمانہ کو ہے علم
خدمتِ مخلوق اسکی بے مثال و بے ریا
ہیں مسلم میر صاحب کی جو قومی خدمتیں
سچ تو یہ ہے ان میں بھی اک طرح انکا ہاتھ تھا
گھر کی فکروں سے رہا کرتے تھے فارغ رات دن
کچھ نہ تھا شام وسحر کا میر صاحب کو پتا
شادی وغم سے تھے بیفکر اور نہ تھی اسکی خبر
دن کب آیا رات کیسے آئی۔ گھر میں کیا ہوا
ایسی بی بی سے جدائی اور ضعیفی میں یہ غم
یہ گرانباری یہ پیری اور ایسا ابتلا
صبر دے تو اے خدائے لایزال ولم یزل
میر صاحب کا ہو اس طوفانِ غم میں ناخدا
ان پہ ان کے گھر پہ رکھ تو سایۂ فضل وکرم
ان کے زخمِ دل کا مرہم اپنی رحمت کو بنا
مرنے والی کو تری آغوشِ رحمت ہو نصیب
اور پس ماندوں کا تو ہر حال میں ہو رہنما
تیری رحمت میر صاحب کے شریکِ حال ہو
دے وہ قوت خدمتِ قومی ہو پہلے سے سوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# ثنائی مشن

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنیوالی ہے

اہل دنیا خواب غفلت میں ہوتے ہیں۔ اور فسق و فجور کی ظلمت۔ ناپاکی و بداعمال کی تاریکی ان کو گھیرے ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قرنا میں آواز دی جاتی ہے۔ اور خدا کا برگزیدہ نبی پیغام عمل لئے ان کے درمیان مبعوث ہو جاتا ہے۔ تاریکی کے فرزند اسکی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے ہر قسم کا مکر و فریب بھی عمل میں لاتے ہیں۔ مگر آخر خدا کا کلمہ ہی بلند ہوتا اور اسی کا رسول ہی غالب آتا ہے۔ معاندین حق کی اسی عادت مستمرہ کا ذکر کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا وما یمکرون الا بانفسھم وما یشعرون (انعام ۱۵۶) ہر بستی کے بڑے مجرم اس نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے مکر ان پر ہی پڑتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید و احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق وقت مقرر پر آئے۔ اور انہی نشانوں کے ساتھ آئے۔ جو پہلے نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ مگر ضرور تھا۔ کہ آپ کی مخالفت ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علماء و مشائخ۔ امراء و فقراء پنڈت و پادری حتےٰ کہ راعی و رعایا سب آپؑ کے مخالف ہو گئے۔ اور آپؑ کے سلسلہ کو نابود کرنا چاہا۔ لیکن کون ہے۔ جو خدا کے کاموں کو روک سکے۔ وہ سلسلہ بڑھا۔ اور دنیا میں پھیل گیا۔ اور یہ اسکی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا قدم مخالفت میں بہت آگے ہے۔ اور انہیں اس سبقت پر فخر ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف متعدد کتب لکھی ہیں۔ ان سب کے جوابات سلسلہ احمدیہ کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ مگر وہ بار بار انہی باتوں کو دہرائے جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تمام تحریروں کو ٹھوس دلائل۔ علمی ابحاث اور معقول طرز گفتگو سے خالی پایا ہے۔ صرف ہزل و تمسخر اور بازاری اشعار ان کے رسالوں کی زینت ہیں۔ خصوصیت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ انہوں نے آج تک احمدیت کے اصولی مسائل کے متعلق قلم اٹھانے کی بجائے محض چند حوالجات کی کتر بیونت کر کے مخلوق خدا کو حق سے دور کرنا چاہا ہے۔

مولوی صاحب نے ایک رسالہ "تعلیمات مرزا" کے نام سے شائع کیا تھا۔ جس کے متعلق یہ تعلی کی تھی۔ کہ "یہ رسالہ میرے خیال میں میری جملہ تصانیف متعلقہ مشن قادیان سے مفید تر ہے"۔ اس لئے اس مفید تر فرسودہ رسالہ کا ہم جواب لکھتے ہیں۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

## دیباچہ پر ایک نظر

مولوی صاحب نے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں نے اخبار اہلحدیث ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بعنوان "مدرسہ تعلیم مرزا کھل گیا"۔ ایک "آخری اعلان" شائع کیا۔ کہ لوگ آکر ہم سے احمدیت کے متعلق تعلیم سیکھیں لیکن مولوی صاحب کی قوت جاذبہ اور تعلیمی قابلیت کا نتیجہ ان کے اپنے الفاظ میں ہی یہ ہوا۔ کہ:۔

"باوجود اعلان عام کے کوئی طالب علم پڑھنے کو نہ آیا"۔ (تعلیمات صـ۲)

اس لئے مولوی صاحب کو ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ اپنے معلومات کو رسالہ کی شکل میں ظاہر کریں۔ چنانچہ یہ رسالہ تالیف ہوا۔

ہمارا یقین ہے۔ کہ جب کسی عاقل بالغ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ وہ مولوی صاحب کا شاگرد بنے۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے۔ ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملاں
کار طفلاں تمام خواہد شد

تو اب ان کے اس شائع کردہ نصاب کو یا "دیرینہ معلومات" کو کون شائستہ التفات سمجھے گا۔ بلکہ ان کے رسالہ کا بھی وہی حال ہوگا۔ جو ان کے "اعلان عام" کا ہوا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

## مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ احمدیہ کا آئینہ یا مبلغ؟

مولوی صاحب دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"مرزائی اخبار اور مرزائی امام خاکسار کو اپنا بدترین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دشمن لکھا اور کہا کرتے ہیں۔ مَیں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں۔ میں دشمن نہیں ہوں۔ بلکہ مرزا صاحب اور امتِ مرزائیہ کا آنریری مبلغ ہوں۔ جو کلام مرزا کو ناواقفوں تک بے تنخواہ پہنچاتا ہوں۔ ناظرین رسالہ ہذا اس رسالہ کو بغور پڑھ کر امید ہے۔ میرے دعویٰ کی تصدیق کریں گے۔" (ص۳)

مجھے مولوی صاحب کے جواب سے معمولی اضافہ کے ساتھ کلی اتفاق ہے۔ اور وہ اضافہ بھی میری طرف سے نہیں۔ بلکہ مولوی صاحب نے خود تحریر کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ:۔

"قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس ہے۔ کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔" (اخبار اہلحدیث ۱۹ر اپریل ۱۹۰۷ء ص۹)

بے شک مولوی ثناء اللہ صاحب ناواقفوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام پہنچاتے ہیں۔ مگر اس "خصوصی عیب" کے ساتھ۔ چنانچہ اس کا اندازہ آپ آئندہ اوراق سے بخوبی کر سکیں گے۔ بنا بریں جماعت احمدیہ کا آپ کو احمدیت کا "بدترین دشمن" کہنا بجا طور پر درست ہے۔ کیونکہ احمدیہ لٹریچر کی اشاعت کرنے میں آپ کو وہی مقام حاصل ہے۔ جس پر قرآنمجید کی اشاعت کا دعویٰ کر کے پنڈت دیانند مصنف ستیارتھ پرکاش یا پادری الیس۔ ایم پال وغیرہ معاندین اسلام ہیں۔ اگر یہ لوگ دشمن اسلام ہیں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا دشمن احمدیت ہونا اس سے زیادہ واضح ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک مرتبہ سرسید احمد خان صاحب پر چوٹ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ "بوڑھے جلدی بھول جاتے ہیں"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۲ ص۲۷) مگر آج آپ اسی الزام کے نیچے آ گئے ہیں۔ آج تو آپ یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ کہ "میں دشمن نہیں۔ بلکہ آنریری مبلغ ہوں"۔ لیکن ۱۹۰۷ء میں آپ خود اپنی قلم سے لکھ چکے ہیں۔ کہ:۔

"اس وقت پنجاب اور ہندوستان میں اگر میں یہ کہوں۔ کہ مرزا کی مخالفت میں سب سے اول نمبر میں ہوں۔ تو غالباً یہ دعوےٰ مبالغہ پر مبنی نہ ہوگا۔" (اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۰۷ء ص۱ کالم اول)

لہذا جماعت احمدیہ کا آپ کو "بدترین دشمن" کہنا آپ کے اپنے اقرار سے ثابت ہے۔ یوخذ الرجل باقرارہ۔

اس حقیقت واضحہ کے باوجود اس قدر ضرور صحیح ہے۔ کہ مولوی صاحب نے بعض ایسے لوگوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچایا ہے۔ جو ناواقف تھے۔ یا ہم ان تک بآسانی نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس میں بھی مولوی صاحب کی نیت تو ظاہر ہے۔ مگر مشیتِ ایزدی کے ماتحت بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ کہ انہوں نے مولوی صاحب کے لٹریچر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پڑھ کر تحقیقات شروع کی اور ہدایت پا گئے۔ یہ مولوی صاحب کی خوبی نہیں۔ بلکہ ان نیک ارواح کی سعادت کا نتیجہ ہے۔ اسی پہلو کو مدنظر رکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ ؎

ولولا ثناء اللہ ما زال جاھل
یشک ولا یدری مقامی ویحصر
فھذا علینا منۃ من ابی الوفا
اری کل محجوب ضیائی فنشکر

اور میں بھی اپنے مقدس امام کی اتباع میں اتنے حصہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا شکرگذار ہوں۔ بلکہ ہر ایک احمدی۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ مولوی صاحب احمدیت کے "بدترین دشمن" نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ ع

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

اور یہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کی نیت تو وہی ہے۔ جو مخالفین حق کی ہوا کرتی ہے۔ مگر ان کے مواد ناسدہ کو کسی کشت دل کے لئے کھاد کے طور پر بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ سچ ہے۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

مولوی صاحب سلسلہ احمدیہ کے "آنریری مبلغ" ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور ایک عیسائی بشیر خاں نامی "مسلمانوں کا خیر خواہ" ہونے کا مدعی ہے۔ مگر اہلحدیث میں اس خیر خواہی کے دعویٰ پر کہا جاتا ہے:۔

"اس بے محل اور مغالطہ دہ ضمیمہ کو اپنے نام کے ساتھ شامل نہ کریں۔ اگر آئندہ بھی ایسی ہی دلائل سے مسلمانوں سے خیر خواہی اور وفا کا دعویٰ کرتے رہیں گے۔ تو ہمیں مجبوراً کہنا پڑے گا۔ ؎

واقف ہیں خوب آپ کی طرز وفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے"

(۲ر اکتوبر ۱۹۳۱ء)

بہر حال مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے "سب سے اول نمبر" پر مخالف ہیں۔ مگر ان کی شبانہ روز مساعی کے باوجود احمدیت کا دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے چلے جانا طالب حق کی رہنمائی کے لئے کافی دلیل ہے۔ کیونکہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(باقی دارد) (ابوالعطاء جالندھری)

---


# حقیقۃ الوحی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ لاجواب نادر تصنیف جو حضورؑ نے مخالفین اسلام اور دشمنانِ سلسلہ پر اتمام حجت کے لئے تصنیف فرما کر حجت پوری کر دی۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ ہر ایک احمدی کو اس کا پڑھنا اور پاس رکھنا ضروری ہے۔ تیسری دفعہ طبع ہوئی ہے۔ عمدہ لکھائی چھپائی کاغذ قیمت مجلد صرف تین روپے آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک دفتر فاروق قادیان سے طلب کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# دیانندی مشن

## دائمی نجات پر چوتھا اعتراض

(۴)

دائمی مکتی کے متعلق چوتھا اعتراض سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۱۸ پر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اس لئے یہی قاعدہ صحیح ہے۔ کہ مکتی میں جانا پھر وہاں سے آنا اچھا ہے۔ کیا تھوڑی قید کی نسبت عمر بھر کی قید یا پھانسی کو کوئی سزا پانے والا اچھا سمجھتا ہے۔ اگر وہاں سے آنا نہ ہو۔ تو عمر قید سے اتنا ہی فرق ہے۔ کہ وہاں مزدوری نہیں کرنی پڑتی"۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۶ طبع اول)

**الجواب :-** اللہ اکبر۔ آریو! اپنے سوامی کی یہ عبارت بار بار پڑھو۔ اور خوب غور کرو۔ اور خدا کا خوف دل میں لاکر سچ سچ بتاؤ۔ کہ کیا جس شخص کو خدا کی ذات پر ایمان ہو۔ اور اس مالک الملک قادر مطلق کے سچے وعدوں پر یقین ہو۔ اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل سکتے ہیں؟ کیا تمام عبادتوں۔ ریاضتوں۔ تپسیاؤں اور وید کی تعلیم پر رات دن عمل کرکے جو مکتی ملتی ہے۔ اس کا ذکر انہیں الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ سنو! قرآن مجید میں لکھا ہے۔ اتخذوا دینھم لھوًا و لعبًا۔ یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ کہ اپنے مانے ہوئے دین کو بھی کھیل۔ مذاق۔ دل لگی اور مشغلہ کے طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مجھے اس آیت کے صحیح صحیح مصداق کی تلاش تھی۔ مگر کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ مگر الحمد للہ کہ آج اس آیت کی تصدیق ہوئی۔ اور وہ بھی سوامی جی کے ہاتھوں۔ کیا سوامی جی کے ان الفاظ سے صاف ظاہر نہیں۔ کہ دین ان کے نزدیک ایک کھیل اور مذہب ایک مشغلہ خدا کا ذکر ایک تفریح اور مکتی ایک دل لگی کی گفتگو ہے۔ تاش نہ کھیلے۔ قدامت روح و مادہ پر بحث کرلی۔ شطرنج میں وقت صرف نہ کیا۔ مسئلہ نجات پر مباحثہ کرلیا۔ شاید انہیں باتوں کو دیکھ کر عارف باللہ نانک علیہ الرحمۃ نے فرمایا :-

"چاروں وید کہانی"

آریو! یہ کشمکش۔ یہ مباحثے۔ یہ مقدمہ بازیاں یہ چیخ پکار اور ساری دنیا کے مذہبی پیشواؤں کو گالیاں دینا اور قطب شمالی و جنوبی تک وید کا جھنڈا گاڑنے کے لئے دوڑنا یہ سب کچھ کیوں؟ کیا اس مکتی کے لئے جسے سوامی جی قید خانہ اور جیل خانہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ آہ انسان ساری عمر وید پر عمل کرے اور نتیجہ یہ کہ جیل خانہ میں جاوے۔ سچ فرمایا ہمارے سچے رب نے خسر الدنیا والآخرۃ الا وھو الخسران المبین۔ آریو! آؤ تم سے ایک بات پوچھیں۔ اگر اس کا جواب بن پڑا۔ تو سمجھنا۔ کہ سوامی جی سچے۔ ورنہ بالعکس وہ بات یہ ہے۔ کہ دائمی مکتی کو باطل ثابت کرنے کے لئے جو منطق سوامی جی نے استعمال کی ہے۔ اس سے دائمی چھوڑ غیر دائمی اور عارضی مکتی بھی اڑ جاتی ہے۔ اور سرے سے مکتی کا وجود ہی نہیں رہتا۔ اور وہ اس طرح پر کہ سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ مکتی چونکہ ایک قسم کی قید ہے۔ اور عمر قید کی نسبت تھوڑی قید اچھی ہوتی ہے۔ اس لئے مکتی بھی دائمی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ ہے وہ منطق جو رشی ۱۰۸ نے استعمال کی۔ اب ممکن ہے۔ کہ رشی ۱۰۹ جب پیدا ہوں۔ تو وہ یوں فرمادیں۔ کہ مکتی چونکہ قید ہے۔ اور عمر قید کی نسبت تھوڑی قید اور تھوڑی قید کی نسبت بالکل قید نہ ہونا بہتر ہے۔ اس لئے مکتی بالکل ہی نہ ہونی چاہیئے۔ تو بتاؤ۔ رشی ۱۰۸ کے ماننے والو تم رشی ۱۰۹ کو کیا جواب دوگے؟ کیا ان کی منطق نئی ہوگی؟ کیا وہ یہ نہ فرمادینگے کہ یہ منطق تو رشی مہرشی دیانند جی سرسوتی بالقابہ کی ہے؟ آریو! سچ سچ کہو۔ کہ ہماری اس جرح کا تمہارے پاس کوئی جواب ہے؟ کیا سوامی صاحب کی منطق سے مکتی سرے سے ہی باطل نہیں ہوتی؟ کیا سوامی جی کا مکتی کو قید قرار دینا جس طرح دائمی مکتی کو غلط ٹھیراتا ہے۔ اسی طرح عارضی اور میعادی مکتی کو وہ باطل نہیں ٹھیراتا؟ کیا اے شریف آریو! تم جس طرح عمر قید کو ناپسند کرتے ہو۔ ایک دو سال کے جیل خانہ کو ناپسند نہیں کرتے؟ پس جو منطق دائمی مکتی کو غلط قرار دیتی ہے۔ وہی عارضی اور میعادی نجات کو بھی باطل ٹھیراتی ہے۔ اب میں آریوں کے سامنے ایک گورکھ دھندا پیش کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔ کہ کون مرد میدان اسکو حل کرتا ہے۔ سنو! مکتی قید ہے یا آزادی؟ اگر کہو قید ہے۔ تو میں کہونگا کہ پھر بالکل نہ ہونی چاہیئے۔ نہ دائمی نہ عارضی کیونکہ بروئے دیانندی منطق جس طرح عمر قید سے تھوڑی قید بہتر ہے۔ اسی طرح تھوڑی قید سے بالکل قید نہ ہونا بہتر ہے۔ اور اگر کہو کہ مکتی آزادی ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ پھر دائمی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ بروئے دیانندی منطق جس طرح بالکل آزاد نہ ہونے سے تھوڑی آزادی بہتر ہے۔ اسی طرح تھوڑی آزادی

---

۱؎ - رشی ۱۰۸ اعداد شمار کی رو سے آریہ استعمال نہیں کرتے۔ کہ سوامی دیانند کے بعد جو بقول ان کے رشی ہوگا۔ وہ ۱۰۹ ہوگا۔ بلکہ یہ بطور حساب جمل استعمال ہوتا ہے۔..... مگر اسجگہ مذاقاً میں نے ایسا لکھدیا ہے۔ کیونکہ اتنی ضخیم کتاب میں کہیں تو مذاقیہ فقرہ بھی ہونا چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے دائمی آزادی بہتر ہے۔ غرض جو جواب بھی دوگے۔ وہ تمہارے خلاف پڑے گا۔ اور مکتی یا تو بالکل نہیں رہتی۔ یا پھر دائمی ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہو بھی اور میعادی ہو۔ کیونکہ اگر آزادی اور سکھ اچھی چیز ہے۔ تو بھی میعادی سے دائمی بہتر ہے۔ اور اگر قید اور دکھ اور بُری چیز ہے۔ تو بھی میعادی نہیں۔ بلکہ بالکل نہ ہونی چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ تمہاری ہی منطق سے تمہارا مذہب پاش پاش ہو جاتا ہے۔ سچ فرمایا ہمارے پاک پروردگار نے یخربون بیوتھم بایدیھم۔ یعنی اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ڈھاتے ہیں۔ اور سوامی جی کے یہ الفاظ کہ قید میں اور مکتی میں یہ فرق ہے۔ کہ جیل خانہ میں مزدوری کرنی پڑتی ہے۔ وہاں نہیں۔ ایسے الفاظ ہیں۔ کہ مذہبی آدمی کے منہ سے نکل ہی نہیں سکتے۔ مگر وہ مجبور ہیں۔ کیونکہ جو لوگ بھی بہشت اور اخروی نجات اور مکتی کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہاں صرف روح ہی روح ہوگی۔ جسم نہ ہوگا۔ ان کو آخر یہی کہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ سچی بات یہی ہے۔ کہ روح بغیر جسم کے نہ اعمال کر سکتی ہے۔ نہ سکھ دکھ اٹھا سکتی ہے۔ اس لئے جس طرح اس دنیا میں اعمال کے لئے خدا نے مجرد روحیں آباد نہیں کیں۔ بلکہ اس دار العمل میں روحوں کو جسم دے کر بھیجا گیا۔ اسی طرح دار الجزاء میں بھی روح مع الجسم کو دکھ اور سکھ ہوگا۔ (باقی آئندہ)

(میر محمد اسحاق)

## بطالوی کا انجام

مولوی محمد حسین بٹالوی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق کے بعد سخت مخالفت کی اس کے ابتدا سے لیکر دم وفات تک کے مکمل حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی متعلق محمد حسین کا صحیح مرقع دیکھنا ہو۔ تو یہ رسالہ بقیمت ۶ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر ایک نسخہ دفتر فاروق سے منگوالیں۔ لطف حاصل کریں۔ بصورت ناپسندیدگی کتاب واپس لینے کا اقرار ہے

(منیجر فاروق)

# پیغامی مشن

## مسیح موعود نبی اللہ

(۱۰)

### نبوت کے چار ثبوت

**پہلا ثبوت۔** اگر حضرت اقدس نبی نہیں تھے۔ تو آپ نے یہ کیوں لکھا۔

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے × × × چنانچہ چند روز ہوئے۔ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا۔ کہ جس سے تم نے بیعت کی۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھو اگر ہر خطبہ جمعہ ہر تقریر ہر تحریر میں حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنا ایک احمدی کا فرض تھا۔ بلکہ یہ عمل خیر امیر قوم بنا دینے والا تھا۔ تو آپ علیہ السلام خوش ہوتے بجائے اس کے اسے غلطی قرار دیا۔ اور اسے اپنے دعوے سے ناواقف بغور کتابیں نہ پڑھنے والا اور صحبت سے نافیضیاب فرمایا۔ فتدبروا۔

**دوسرا ثبوت:۔** جب ایک معزز شخص نے بیان کیا۔ کہ دربار میں جب رئیس نے مجھ پر یہ اعتراض کیا۔ کہ تمہارے امام نبوت کے مدعی ہیں۔ تو میں نے عرض کیا۔ ان کا نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ تو آپ نے اسے ڈانٹا۔ اور فرمایا:۔

"ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں۔ ان کے بیان کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرز عمل پر غور کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے۔ اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا۔ وہ صاف کہہ دیا۔ اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے جبھی لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں" (بدر ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء)

اب سوچو کہ اگر آپ نبی نہیں تھے۔ تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ایک الزام یا غلط فہمی کو دور کر دیا۔

**تیسرا ثبوت:۔** اگر آپ انہی معنوں میں نبی رسول تھے۔ جن میں دوسرے مجددین امت محمدیہ تھے۔ تو جہاں آپ وفات مسیح کے متعلق دوسرے اولیاء امت کے حوالے دیتے تھے۔ اس بارے میں بھی یہ حوالہ دیتے۔ کہ اگر میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو کیا حرج ہے۔ اگلے مجدد بھی اپنے آپ کو نبی اور رسول کہلاتے رہے۔ یا کم از کم جانتے رہے۔

**چوتھا ثبوت:۔** لاہور میں جو آخری پبلک تقریر آپ نے فرمائی۔ اس کے بعض الفاظ سے جب یہ سمجھا گیا۔ کہ آپ نے نبوت کا دعوے واپس لے لیا۔ تو آپ نے فوراً اپنا ایک مکتوب روزانہ اخبار عام میں چھپوایا۔ اگر نبوت کا دعویٰ نہیں تھا۔ تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے تھا۔ کہ پبلک میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ دور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوئی۔ مگر آپ تو لکھتے ہیں۔

"پرچہ اخبار عام ۲۳ر مئی × × میں میری نسبت یہ خبر درج ہے۔ کہ گویا میں نے جلسۂ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ × × × میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔"

## چند اعتراضات کا جواب

اعتراض :۔ کیا حضرت مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے برابر تھے؟

جواب :۔ برابری تقابل اور غیریت کو چاہتی ہے۔ لیکن مسیح موعود محمد رسول اللہ کا غیر نہیں ہے اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلعم کے مقابل ہو کر وہ کوئی دوسرا محمد رسول اللہ ہے۔ پس برابری کا سوال بالکل لغو اور بیہودہ ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اس نکتہ کو یاد رکھو۔ کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت نئے دعویٰ اور نئے نام کے اور کہ میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں۔ جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح ص۳)

مسیح موعود چونکہ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہے۔ اس لئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا غیر نہیں کہلا سکتا۔ جیسے کہ فرمایا :۔

"میں بار بار بتلا چکا ہوں۔ کہ میں بموجب آیت واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تنزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پس حضرت مسیح موعود چونکہ محمدی حقیقت کا کامل بروز ہے۔ اور ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہے۔ جیسے کہ فرمایا :۔

"خدا تعالےٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا۔ کہ یہ کہا جاوے۔ کہ میرا کوئی الگ نام ہو۔ یا کوئی الگ قبر ہو۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔" (نزول المسیح ص۳)

اس لئے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا برابر نہیں کہلا سکتا ہے۔ بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم سے ایسے مقام پر ہے۔ جہاں وہ اور محمد رسول اللہ صلعم دو تصور نہیں ہو سکتے۔ بلکہ

"جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے۔ وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو۔ تو تم دو نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک ہی ہو۔ اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہو۔ صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور اس میں دو رنگی نہیں آئی۔" (کشتی نوح ص۱۵)

پس بے شک حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؑ کے نام سے نبی اور رسول نہیں کہلاتے۔ بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلعم میں ہو کر اور اسی کا نام پا کر رسول بھی تھے۔ اور نبی بھی تھے۔ جیسے کہ فرمایا۔

"میں خدا کا رسول یعنی فرستادہ ہوں۔ لیکن بغیر کسی نئی شریعت نئے دعوے اور نئے نام کے۔ بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔" (نزول المسیح ص۲-۳)

حاشیہ میں فرمایا :۔

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ میرا نام محمد و احمد اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھکو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔"

پس مسیح موعود وہ آئینہ ہے۔ جس میں حقیقت محمدیہ کا کامل انعکاس ہے۔ یا وہ لباس ہے۔ جس کو آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کیا ہے۔ یا وہ مظہر ہے۔ جس کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اور مسیح موعود ایسے مقام پر نازل ہوا ہے۔ جہاں محمد رسول اللہ اور اس میں کوئی دوئی یا مغائرت ہی نہیں۔ اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں فرق کرنا گویا دونوں میں سے ایک کو جھوٹا جاننا ہے۔ کیونکہ اگر اسکو محمد رسول اللہ صلعم سے غیر مانا جائے۔ تو پھر بموجب

"میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔"

نعوذ باللہ مسیح موعود کو کافر اور کاذب ماننا پڑیگا۔ کیونکہ اگر وہ مدعی نبوت تھا۔ اور یقیناً تھا اور باوجود مدعی نبوت ہونے کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دوئی یا مغائرت رکھتا تھا۔ تو وہ پھر یقیناً علیحدہ نام کا مدعی نبوت تھا۔ حالانکہ ایسا ماننے سے کفر لازم آتا ہے۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود باوجوہ غیر از محمد رسول اللہ صلعم وجود رکھنے کے حقیقت محمدیہ کا کامل مظہر تھا۔ اور ظلی طور پر محمد رسول اللہ صلعم ہی تھا۔

اس لئے فرمایا :۔

"جو مجھ میں اور محمد مصطفےٰ میں فرق کرتا ہے۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے۔ اور نہیں پہچانا ہے۔" (خطبہ الہامیہ)

پس اس بات کو یاد رکھو۔ کہ وہ بروز محمد صلعم ہونے میں عین محمد تھا۔ اور اس میں اور محمد رسول اللہ صلعم میں کوئی دوئی یا مغائرت یا فرق نہیں۔ ہاں میرزا غلام احمد ہونے کی حیثیت میں وہ آنحضرت صلعم کا ایک امتی تھا۔

اعتراض ۲۔ اگر حضرت مسیح موعود اپنی روحانی حقیقت و حیثیت میں محمد رسول اللہ ہی تھا۔ تو پھر تناسخ لازم آیا۔ اور تناسخ کا ماننا بطلان ہے۔

جواب۔ حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کا کامل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بروز اور اتم مظہر تھا۔ اس لئے مادی حقیقت میں وہ عین محمد نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ ہی وہ محمد صلعم سے الگ متصور ہو سکتا ہے۔ لیکن تناسخ میں مورد تناسخ عین وجود صاحب تناسخ مانا گیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کا حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہونا تناسخ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ بروز اور مظہریت کے رنگ میں ہے۔

**اعتراض ۳۔** اگر مرزا صاحب کا دعویٰ محض مجاز اور مظہریت کے رنگ میں تھا۔ تو اس سے لازم آیا۔ کہ آپ واقعی اور حقیقی رنگ میں محمد رسول اللہ صلعم نہ تھے۔ اور اگر آپ مظہر اتم ہونے کی وجہ سے محمد رسول اللہ کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھ سکتے ہیں۔ تو محمد رسول اللہ صلعم خدا کا مظہر اتم ہونے کی وجہ سے خدا ہوئے۔

**جواب۔** جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک شے کی دو طرح کی صفات ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جن کو ذاتی صفات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور جن کا تحقق اور وجود بغیر حاجت خارجی اسباب کے پایا جاتا ہے۔ دوسری وہ ہیں جن کو اضافی صفات سے موسوم کرتے ہیں۔ جن کا تحقق اور وجود خارجی اسباب کے پیدا ہونے کے بعد پایا جاتا ہے۔ پس خدا کی ذاتی صفات۔ اسکی وحدانیت اسکا علم۔ اسکا تقدس ہیں۔ اس لئے مظہریت بھی دو طرح ہی سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ مظہریت ہے۔ جس میں خَلق خُلق اور نام ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شیر دوسرے شیر کا مظہر ہوتا ہے۔ ایک وہ مظہریت ہے۔ جس میں خلق اور نام علیحدہ ہوتے ہیں۔ محض خلق کی وجہ سے اسکو مظہر قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً زید شیر ہے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہرگز حقیقت الٰہیہ کے مظہر نہ تھے۔ نہ ہی آپ کا نام اللہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی ایسی صفات کے مظہر اتم تھے۔ جن کے پائے جانے سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت علم اور تقدس میں شریک لازم نہیں آتا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر اتم تھے۔ اور آپ کا نام محمد و احمد تھا۔ پس حضرت نبی کریم کے خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور حضرت مسیح موعود کے مظہر اتم اور بروز کامل محمد صلعم ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور دوسرے یہ بھی تو جاننا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود بھی تو خدا تعالیٰ کے مظہر اتم تھے۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔ جو شخص میرے پاس آئیگا۔ اور مجھے قبول کریگا۔ وہ نئے سرے سے اس خدا کو دیکھ لے گا۔ جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے ہیں"۔ (نزول المسیح ص۸۴)

پس جیسے خدا اور انسان میں فرق ہے۔ ایسے ہی خدا کے مظہر اتم ہونے میں اور محمد صلعم کے مظہر اتم ہونے میں فرق ہے۔ مظہریت تامہ حقیقیہ کے لئے لازمی ہے۔ کہ خَلق خُلق۔ نام۔ شان۔ حیثیت۔ حقیقت میں ہمرنگ ہو۔ لیکن آنحضرت صلعم ہر ایک بات میں وجود الٰہی میں داخل نہیں۔ اور ہمارے حضرت مسیح موعود ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود کا محمد رسول اللہ صلعم کی روحانیت کا کامل مظہر ہونا اور آنحضرت صلعم کا مظہر خدا ہونا اپنے اندر ایک مطالب رکھتا ہے۔

**اعتراض ۴۔** حضرت اقدس کا مذہب ہے۔

ہر نبوت را بروز شد اختتام۔

**جواب:۔** اس سے بڑھ کر حوالہ بتاتا ہوں۔ الوصیت میں لکھا ہے۔ اسی پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ نبوت اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ اور مسیح موعود کی نبوت الگ نبوت نہیں۔ بلکہ "محمد کی چیز محمد ہی کے پاس رہی" ہم تو نبی کریم ہی کی بعثت ثانیہ کو پیش کر رہے ہیں۔

فلیس نبوتی الا نبوتہٗ (الاستفتاء ص۱۷)

**اعتراض ۵۔** خاتم النبیین کے معنے حضرت اقدس نے کہاں کئے ہیں۔ کہ آئندہ آپ کے فیض سے نبی بنیں گے۔

**جواب۔** دیکھو الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء "خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ ×× یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ ×× اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ آپ خاتم ہیں۔ آپ کی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے۔ ہم خود بخود نہیں بن گئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق بنایا"۔

**دوم۔** الاستفتاء ص۱۶۔ ولا معنی لختم النبوۃ علی فرد من غیران تختم کمالات النبوۃ علی ذالک الفرد ومن الکمالات العظمیٰ کمال النبی فی الافاضۃ۔ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ اور بڑا کمال تو یہ ہے کہ اس کا فیض جاری ہو۔ یعنی اس سے نبی بنیں۔

**سوم۔** ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کو اپنی طرف لگایا۔ دیکھو ازالہ اوہام ص۶۷۳۔ آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا۔ اور الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء یہ لوگ جو بار بار بولتے ہیں۔ قرآن میں کہاں نام ہے۔ ان کو معلوم نہیں۔ خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے۔ ×× اور احمد نام پر ہی ہم بیعت لیتے ہیں۔ پھر دیکھو اعجاز المسیح ص۱۲۳ عیسیٰ بن مریم نے اپنے مثیل کی پیشگوئی کی تھی۔ باقی آئندہ

---


**تبلیغ رسالت مکمل دس جلد** } حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تمام اشتہارات کا مجموعہ دس جلدوں میں طبع کرایا گیا ہے۔ جو حضورؑ نے ابتداء دعویٰ سے لیکر وقتاً فوقتاً اپنی صداقت اسلام کی جملہ ادیان پر فضیلت اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اعتراضات کے جوابوں میں بطور اتمام حجت شائع کئے۔ یہ خزانہ نایاب اور گوہر بے بہا ہے۔ یہ جلدیں چند باقی ہیں۔ دوبارہ اس کا طبع ہونا محال ہے۔ شائقین جلد منگوالیں۔ قیمت مکمل دس جلد مبلغ دس روپیہ علاوہ محصول ڈاک

پتہ:۔ **دفتر فاروق قادیان پنجاب سے طلب کریں**

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# عیسائی مشن

## تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(۱۳)

(از شیخ عبدالقادر احمدی لائل پور)

بعض لوگ یوحنا ۱/۱۸ میں جو یوں ہے۔ "جس نے مجھے دیکھا۔ میرے باپ کو دیکھا ..... الخ" یہواہ اور خداوند یسوع مسیح کو ایک ہستی دکھانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایسا نتیجہ اخذ کرنے میں ایک صداقت کا خون کر رہے ہیں۔ کیونکہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ یہواہ خدا کو نہ ہی کسی نے دیکھا۔ اور نہ ہی کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ مسیح کے اپنے الفاظ یوحنا ۵/۳۷ ۶/۴۶ میں یوں ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی نے باپ کو دیکھا ہے..... الخ" پھر یوحنا ۱/۱۸ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا..... الخ" اسی موضوع کے متعلق رسول مقبول پولوس تمطاؤس کو لکھتے ہوئے نمط ۱/۶ ۶/۱۶ میں یوں گویا ہے۔ "اسے کسی انسان نے نہ دیکھا۔ اور نہ دیکھ سکتا ہے..... الخ" اور پھر یہواہ کا اپنا فرمان خروج ۳۳/۲۰ میں یوں پایا جاتا ہے۔ "اور بولا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ الخ"۔ پس یوحنا ۱/۱۸ ۱۴/۹ میں مسیح کا دعویٰ صفاتی تھا۔ ذاتی نہیں تھا۔

اگر یہواہ اور مسیح ایک ہی ہستی تھے۔ تو مندرجہ ذیل کلمات کی کیا ضرورت تھی۔

"اور تمہاری تورات میں بھی لکھا ہے۔ کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے۔ ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں۔ اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا..... الخ یوحنا ۸/۱۷۔ "آیا تو نہیں سمجھتا۔ کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں..... الخ متی ۲۶/۵۳ پھر پولوس رسول نے عبرانیوں ۵/۷ ۸ میں یوں لکھا ہے:۔ "اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اسکی سنی گئی۔ اور باوجود بیٹا ہونے کے اس نے دکھ اٹھا اٹھا کر فرمانبرداری سیکھی"۔ علاوہ ازیں اس نے کرنتھیوں ۱/۸ ۶-۸/۴ میں یوں لکھا ہے:۔ "پس بتوں کی قربانیوں کے گوشت کھانے کی نسبت ہم جانتے ہیں۔ کہ بت دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ آسمان اور زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔ (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے۔ یعنی باپ جس کی طرف سے ساری چیزیں ہیں۔ اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ اور ایک ہی خداوند ہے۔ یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلے سے ساری چیزیں موجود ہوئیں۔ اور ہم بھی اسی کے وسیلے سے ہیں"۔ لہذا دو ہستیاں ظاہر ہیں۔

خداوند یسوع مسیح کو اس وقت بھی جبکہ وہ کلام کے نام سے موسوم تھا۔ باپ سے علیحدہ ہستی دکھلانے کے لئے ہم پھر چند اقتباسات پیش کریں گے۔ پہلے یہواہ ۱/۹ دیکھیں۔ "لیکن مقرب فرشتے میکائیل نے موسیٰ کی تلاش کی بابت ابلیس سے بحث و تکرار کرتے وقت لعن طعن کے ساتھ اس پر نالش کرنے کی جرأت نہ کی۔ بلکہ یہ کہا۔ کہ خداوند تجھے ملامت کرے.. یہاں میکائیل (خدا کی مانند) کا نام لوگاس کو جسے تجسم کے بعد مسیح کہا گیا۔ دیا گیا ہے۔ اور اس سے کوئی بھی منکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بائبل صاف ظاہر کرتی ہے۔ کہ میکائیل نام تجسم سے پیشتر مسیح ہی کو ظاہر کرتا تھا۔ اس کے ثبوت میں دانی ایل ۱۲/۱ تا ۲ درج کی جاتی ہیں۔ "اور اس وقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھے گا۔ اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا۔ جو کہ امت کی ابتداء سے لے کر اس وقت تک کبھی نہ ہوا تھا۔ اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا۔ رہائی پائے گا۔ اور ان میں بہتیرے جو زمین پر خاک میں سوئے ہوئے ہیں۔ جاگ اٹھیں گے۔ بعض حیات ابدی کے لئے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لئے"۔ دانی ایل یہ پیشگوئی آخری وقت کے متعلق کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میکائیل فرشتہ اٹھے گا۔ اور اس کے اٹھنے پر مندرجہ بالا واقعات وقوع میں آئیں گے۔ اب دیکھیں۔ کہ دیگر حوالہ جات مندرجہ بالا واقعہ سے کس کا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ دانی ایل اس فرشتے میکائیل کے اٹھنے کے بعد تکالیف کا بیان کرتا ہے۔ جسے منتی رسول اپنی کتاب کے ۲۱ د ۲۲/۲۴ تک میں مسیح کی آمد ثانی کے تعلق میں یوں لکھتا ہے۔ "کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی۔ کہ دنیا کے شروع سے اب تک کبھی نہ ہوئی اور کبھی نہ ہوگی۔ اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے۔ تو ایک تن بھی نجات نہ پاتا۔ پر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے"۔ بعد ازاں دانی ایل لکھتا ہے۔ کہ اسی میکائیل فرشتہ کے ذریعہ سے ہی مردے قبروں میں سے زندہ ہوں گے۔ لیکن یوحنا اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے متعلق اپنی کتاب کے ۲۸ تا ۲۹/۵ آیات میں یوں کہتا ہے:۔

"اس سے تعجب نہ کرو۔ کیونکہ وہ گھڑی آتی ہے۔ کہ جس میں کہ وہ سب جو کہ قبروں میں ہیں۔ اسکی آواز سنیں گے اور نکلیں گے۔ جنہوں نے نیکی کی ہے۔ زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے واسطے"۔

ظاہر ہے۔ کہ میکائیل فرشتہ جس کے متعلق مکاشفہ ۱۲/۷ بھی شاہد ہے۔ مسیح کے تجسم سے پیشتر اسے ہی ظاہر کرتا تھا۔

علاوہ ازیں یہی فرشتہ قاضیوں ۱۳ باب میں دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنا نام عجیب بتاتا ہے "اور خداوند کے فرشتے نے اسے کہا۔ کہ تو کیوں میرا نام پوچھتا ہے۔ میرا نام عجیب ہے"۔ ۱۳/۱۸ یسعیاہ نے یہی نام اپنی کتاب کے ۹/۶،۷ میں مسیح کے لئے استعمال کیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ لوگ اس باپ سے علیحدہ ہستی تھی۔ اور پھر اسے دیگر مخلوقات کے خلق کرنے میں کلیسیا ۱/۱۶ کے مطابق استعمال کیا۔ پھر کلام ظاہر کرتا ہے۔ کہ خداوند مسیح جی اٹھنے کے بعد بھی باپ سے علیحدہ ہستی ہی ہے۔ اس نے مریم مگدلینی سے یوں کہا۔ "مجھے مت چھو۔ کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا۔ پس بھائیوں کے پاس جا اور انہیں کہہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ یوحنا ۲۰/۱۷۔ پھر رسول پولوس کرنتھیوں کی کلیسیا کو لکھتے ہوئے اس کے متعلق یوں گویا ہے۔ "اور اس نے (یہواہ نے) سب کچھ اس کے (مسیح کے) پاؤں تلے کر دیا۔ مگر جب وہ (یہواہ) کہتا ہے۔ کہ سب کچھ اس کے (مسیح کے) تابع کر دیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ وہ (یہواہ) ہی الگ رہا۔ جس نے سب کچھ اس کے (مسیح کے) تابع میں کر دیا۔ اور جب سب کچھ اس کے (مسیح کے) تابع میں آئے گا۔ تب بیٹا (مسیح) آپ ہی اس کا (یہواہ کا) تابع ہو جاویگا۔ جس نے (یہواہ نے) سب چیزیں اس کے (مسیح کے) تابع میں کر دیں۔ تاکہ خدا سب میں سب کچھ ہو"۔ اس آیت میں جملہ "وہ ہی الگ رہا" علیحدہ ہستی کے بارے میں کافی ثبوت ہے۔ (رسالہ مسئلہ تثلیث از روئے بائبل صفحہ ۶ تا ۱۱)

(۳) علاوہ بریں "میں اور باپ ایک ہے" سے الوہیت مسیح کے غلط استدلال کی تردید کرتے ہوئے مسٹر جے۔ ایف روتھر صاحب پھر اپنی کتاب "دولت" کے صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳ پر بھی تحریر فرماتے ہیں۔ جو کہ اختصاراً درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ایک اور موقع پر یسوع نے یوں کہا۔ "میں اور باپ ایک ہیں" اس کا یہ مطلب نہ تھا۔ کہ وہ شخصیت یا وجود میں ایک ہیں۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ وہ متفق ہیں۔ اور ہمیشہ اتفاق سے کام کرتے ہیں۔ لفظ "ایک کے" معنی یسوع نے اپنی دعا میں صاف کر دیئے ہیں .....

(یوحنا ۱۷/۲۰ و ۲۱ ملاحظہ ہو)

(لیکن اگر یہ صورت تسلیم نہ کی جائے۔ تو مندرجہ ذیل انجیلی آیت کو جھٹلانا پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح کہتے ہیں۔ (ناقل) "چور نہیں آتا مگر چرانے اور مار ڈالنے اور ہلاک کرنے کو اچھا چرواہا میں ہوں۔ جس طرح باپ مجھے جانتا ہے۔ اور میں باپ کو جانتا ہوں۔ اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری بھیڑیں مجھے جانتی ہیں۔ اور میں بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہوں۔ یوحنا ۱۰/۱۰ تا ۱۵۔ اگر باپ اور بیٹا ایک ہی وجود تھے۔ تو بیٹے کے لئے انسان کی خاطر اپنی زندگی مخلصی کی قیمت میں دینا ناممکن تھا۔" (دیکھو کتاب دولت صفحہ ۲۴۳)

ان اقتباسات سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ "میں اور باپ ایک ہیں"۔ کہنے سے حضرت مسیح ہرگز الوہیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ یہ دعویٰ صفاتی تھا۔ (جس میں کہ حواری بھی شامل ہیں) نہ کہ ذاتی۔ اگر یہ دعویٰ ذاتی تھا۔ یعنی باپ اور بیٹا ایک ہی وجود تھے۔ تو پھر لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ بروے یوحنا ۱۰/۱۰ تا ۱۵ صرف حضرت مسیح ہی (بزعم نصاریٰ) مصلوب نہ ہوئے تھے۔ بلکہ باپ بھی آپ کے ساتھ موت کے گھاٹ اترا۔ لیکن اگر یہ صورت تسلیم نہیں کی جاتی۔ تو لازماً یہی ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح کا یہ دعویٰ صفاتی تھا۔ یعنی آپ باپ سے ارادہ اور مقصد میں ایک تھے نہ کچھ اور۔ (باقی دارد)

# احمدی مشن

## انیس ۱۹ مطالبات تحریک جدید

(فرمودہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ)

### (۱) سادہ زندگی

ہر ایک احمدی یہ اقرار کرے۔ کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ جس کے پاس کافی کپڑے ہوں۔ وہ ان کے خراب ہونے تک اور کپڑے نہ بنوائے۔ اور جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں۔ وہ نصف یا چوتھائی پر یا ۱/۵ پر آجائیں۔ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہیں۔ وہ کوئی نیا زیور نہیں بنوائیں گی۔ پرانے زیور کو تڑوا کر نیا بنوانے کی بھی ممانعت ہے۔ تین سال تک کوئی احمدی کسی سینما سرکس۔ تھیٹر وغیرہ غرضیکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے۔ تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے

### (۲) امانت (جائیداد)

جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے۔ جو اپنی آمد کا ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ تین سال کے بعد یہ روپیہ نقد یا اتنی ہی جائیداد کی صورت میں واپس کر دیا جائے گا۔

### (۳) دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب

دشمن کے مقابلہ کے لئے اس وقت بڑی ضرورت ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ جوگندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے۔ اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطہ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالےٰ جن دوستوں کو توفیق اور اخلاص دے۔ سَو سَو یا دو دو سَو یا زیادہ مقدار میں یکمشت چندہ دیں۔ ہاں غربا اس تحریک کے لئے دس دس یا بیس بیس کی رقوم بھی دے سکتے ہیں۔

## (۴) تبلیغ بیرون ہند

میری تجویز ہے۔ کہ دو دو آدمی کئی نئے ممالک میں بھیجے جائیں۔ ان میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو۔ اور ایک ایک عربی دان ہو۔ پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں۔ (ورنہ وقف کرنے والوں میں سے چن لیا جائیگا) جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لیکر ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جانے پر آمادہ ہوں گے۔ جو ان کیلئے تجویز کئے جائیں گے۔ پس مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے۔ کہ جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سَو سَو یا زیادہ روپیہ دے سکیں۔ اس کے لئے رقوم دیکر ثواب حاصل کریں۔ غربا کی خواہش کو مدنظر رکھ کر میں اسکی بھی اجازت دیتا ہوں۔ کہ جو سَو نہیں دے سکتے۔ وہ دس۱۰۔ بیس۲۰۔ تیس۳۰ یا زیادہ رقوم جو دہاکوں پر مشتمل ہوں۔ ادا کریں۔

## (۵) سکیم خاص تبلیغی

تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے۔ جس پر سَو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا۔ اور اس طرح بارہ سَو۱۲۰۰ روپیہ اس کے لئے درکار ہے۔ جو دوست اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ لیں۔ غربا کو شامل کرنے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپیہ دے سکتے ہیں۔

## (۶) تبلیغی سروے

وقف کنندگان میں سے چند افراد کو مقرر کیا جائے جو سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دورہ کریں۔ اور اشاعت سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں لکھ کر بھجوائیں۔

## (۷) وقف رخصت

سرکاری ملازمین جن کی تین ماہ کی رخصتیں جمع پڑی ہوں۔ یا قریب کے زمانہ میں جمع ہونیوالی ہوں۔ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے ان رخصتوں کو وقف کریں۔ ایسے اصحاب تین تین ماہ کی چھٹیاں لے لیں۔ اور ان چھٹیوں کو سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف کر دیں۔ پھر ہم انہیں جہاں جہاں چاہیں۔ تبلیغ کے لئے بھیجدیں۔

## (۸) وقف زندگی تین سال

ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ بعض نوجوانوں کو ہندوستان کے باہر بھیجا جائیگا۔ اور بعض کو ہندوستان میں ہی دورہ کے لئے بھیجوں گا۔ نوجوان توکل کرکے نکل کھڑے ہوں۔ جو اتنی بھی فکر نہ کریں۔ کہ کل کی روزی انہیں کہاں سے ملے گی۔

## (۹) وقف رخصت موسمی

بعض ایسے ملازم ہوتے ہیں۔ جن کی تین ماہ کی رخصت جمع نہیں۔ ایسے لوگ جو بھی موسمی چھٹیاں یا حق کے طور پر چھٹیاں ہوں۔ انہیں وقف کر دیں ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائیگا۔ دین کی تبلیغ کے لئے کسی مولوی فاضل یا انٹرنس پاس کی ضرورت نہیں۔ زمینداروں کے لئے بھی چھٹی کا وقت ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے پیش کر سکتے ہیں۔

## (۱۰) صاحب پوزیشن لیکچر دیں

اپنے عہدہ یا علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں۔ تا مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے۔

## (۱۱) ریزرو فنڈ پچیس۲۵ لاکھ

پچیس لاکھ سے ریزرو فنڈ قائم کیا جاوے۔ اس کام کے لئے اگر احباب دوسرے مسلمانوں سے کہیں۔ کہ تم بھی روپیہ دو۔ اور ہر طرح ہماری مدد کرو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

## (۱۲) پنشنر خدمت دین کیلئے اپنے آپکو پیش کریں

بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں۔ اور گھروں میں بیٹھے ہیں۔ خدا نے ان کو موقعہ دیا ہے۔ کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں۔ اور بڑی سرکار کا کام کریں۔ یعنی دین کی خدمت کریں۔

## (۱۳) طلباء کو تعلیم کیلئے قادیان بھیجیں

باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں سے جس میں چاہیں۔ تعلیم کیلئے بھیجیں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں۔ جو اس بات کا اختیار دیں۔ کہ ان کے بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے۔

## (۱۴) صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کو سلسلہ کے لئے پیش کریں

ایک کمیٹی بنا دی جائیگی۔ اس کے سپرد ایسے لڑکوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا جائیگا۔ وہ کمیٹی ہر لڑکے کے متعلق جو فیصلہ کرے۔ اسکی پابندی کی جائے۔

## (۱۵) بیکار باہر نکل جائیں

پندرھواں مطالبہ نوجوانانِ جماعت سے یہ ہے۔ کہ وہ نوجوان جو گھر میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں۔ اور باپ کو مقروض بنا رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں۔ اور جا کر قسمت آزمائی کریں۔

## (۱۶) اپنے ہاتھ سے کام کرنا

جماعت کے لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ جب کوئی سلسلہ کا کام ہو۔ بجائے مزدور لگانے کے خود لگیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے ثواب حاصل کریں۔

## (۱۷) بیکار چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کرلیں۔

جو لوگ بے کار ہیں وہ بیکار نہ رہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی انہیں مل سکے وہ کرلیں۔ اخبار اور کتابیں بیچنے لگ جائیں۔

## (۱۸) قادیان میں مکان بنانا } باہر کے دوست ۴

۴ قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی۔ ہمارا مرکز ترقی کرے گا۔ اور غیر عنصر کم ہوتا جائے گا

## (۱۹) دعاء۔ جو لوگ ان مطالبات میں شریک نہ ہو سکیں۔ اور ان کے مطابق کام نہ کر سکیں۔ وہ خاص طور پر دعا کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# وصیتیں

۴۵۷۶ء۔ منکہ عبدالستار عرف ستار محمدؐ ولد میراں بخش صاحب قوم اعوان پیشہ زمینداری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۵ء ساکن دوالمیال ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے:۔

مجھے اس وقت چھ روپے ماہوار پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ملتی ہے۔ اور میری زمین کل ۱۶ بیگھہ ہے میں اپنی پنشن آمد ماہوار کا تادم زیست ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور زمین کا بھی ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ اگر میں ۱/۱۰ حصہ کی قیمت اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ تو انجمن کو میرے ۱/۱۰ حصہ پر قابض ہونے کا حق نہ ہوگا۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں ۱/۱۰ حصہ زمین کی قیمت کا ادا نہ کر سکوں۔ تو میرے ورثاء اسکو ادا کریں۔ کسی قسم کی روک پیدا کرنے کا وارثوں کو حق نہ ہوگا۔ اور اس کے علاوہ بھی اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی انجمن مالک متصور ہوگی۔ اور اگر ۱/۱۰ حصہ کی قیمت سب کی یا کچھ حصہ کی ادا کر کے صدر انجمن سے رسید حاصل کر لوں۔ تو اس قدر ۱/۱۰ حصہ سے منہائی کر کے باقی پر انجمن قبضہ کر سکتی ہے۔ میرے لڑکے بفضل خدا اس وقت احمدی ہیں۔ اور زمین کی جس قدر آمدنی ہوگی۔ اس کا چندہ بھی ادا کرتا رہوں گا۔

العبد:۔ ملک ستار محمدؐ پنشنر بقلم خود حال دارالرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن احمدی سکرٹری مال جماعت احمدیہ دوالمیال۔ گواہ شد:۔ سید محمدؐ لطیف انسپکٹر بیت المال۔

۴۵۷۰ء۔ منکہ غلام فاطمہ زوجہ ملک عبدالستار قوم اعوان پیشہ زمینداری عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن دوالمیال ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۵/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت سوائے 250/- روپے حق مہر کے اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ زیور بھی اس وقت کسی قسم کا میرے پاس نہیں ہے۔ میں اپنے حق مہر کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ میں اس رقم کو جو میرے ذمہ ۱/۸ حصہ کی واجب الادا ہوئی ہے۔ اپنی زندگی میں انشاء اللہ ادا کر دونگی۔ اور میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ مبلغ 5/- روپے سالانہ قسط ادا کرتی رہونگی۔ اور اگر میں کوئی رقم بخشت ادا کر دوں۔ تو اسکی رسید حاصل کر لونگی۔ اور اگر خدانخواستہ میں زر وصیت ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں۔ تو اسکی ادائیگی کا ذمہ وار میرا خاوند مسمی عبدالستار یا میری اولاد ہوگی۔ اور اگر اس کے علاوہ بھی کوئی جائیداد نقدی یا زیور کی صورت میں میرے مرنے کے بعد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی انجمن مالک ہوگی۔ اور اگر زندگی میں کوئی جائیداد میرے پاس ہوگی۔ تو اس کا بھی ۱/۸ حصہ میں خود ادا کر دونگی۔

العبد:۔ نشان انگوٹھا غلام فاطمہ حال قادیان دارالرحمت۔ گواہ شد:۔ ملک ستار محمدؐ خاوند موصیہ (عرف) عبدالستار۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن موصی ۱۰۰/- دوالمیال۔ گواہ شد:۔ سید محمدؐ لطیف انسپکٹر بیت المال۔

۴۷۷۰ء۔ منکہ حافظ عبدالرحمٰن ولد حاجی محمدؐ بخش قوم بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال پیدائشی احمدی ساکن بستی رنداں ڈاک خانہ کوٹ چھٹا ضلع ڈیرہ غازی خاں بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۲/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد 43/4/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ حافظ عبدالرحمٰن عابد عربک ٹیچر ڈی۔بی ہائی سکول حویلی ڈاکخانہ خاص ضلع منٹگمری بقلم خود۔ گواہ شد:۔ غلام محمدؐ مسلم مدرس ہائی سکول حویلی ضلع منٹگمری۔ گواہ شد:۔ محمدؐ خاں ہیڈ جمعدار سلیمانکی ہیڈ ورکس ضلع فیروزپور بقلم خود۔

---

(بقیہ وصیت مندرجہ صفحہ اول)

یا کسی اور صورت کے سوائے جائیداد کے ہوگی۔ تو اس آمد کا نواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری خالص جائیداد منقولہ و غیر منقولہ بعد وضع دَین مہر و دیگر قرض ہائے جو بوقت وفات ثابت ہو۔ و قرار پاوے۔ اس کے بھی نویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ دَین مہر مذکورین ادا ہو کر یا جدید جائیداد حاصل ہو کر یا دیگر کسی صورت سے جو کچھ بھی کمی و بیشی مالیت میں جائیداد منمقر کے ہوگی۔ یا جو ذریعہ آمد سوائے جائیداد کے آئندہ پیدا ہوگی۔ اسکی اطلاع حسب موقع منمقر صدر انجمن احمدیہ قادیان میں دیتے رہنے کی حتی الوسع کوشش کرونگا۔ فقط

العبد:۔ سید وزارت حسین بقلم خاص ۷/اپریل ۳۷ء

گواہ شد:۔ علی احمدؐ ساکن جمبگاؤں پرگنہ کھدگاؤں ضلع بھاگل پور بقلم خاص ۷/اپریل ۳۷ء۔ گواہ شد:۔ ابوالفتح محمدؐ عبدالقادر ساکن موضع پورینی ضلع بھاگل پور۔ بقلم خاص ۷/اپریل ۳۷ء